تذکرات

ایک حدیث

دین نصیحت

مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے تمیم داری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا :

الدین نصیحۃ — دین تو نام ہے خیر خواہی کا

تمیم کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے دریافت کیا کہ :

لمن یا رسول اللہ ؟ — یا رسول اللہ! کس چیز کی خیر خواہی

ارشاد ہوا :

للہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم — اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، ائمہ مسلمین کی اور عام مسلمانوں کی

حضورؐ کا یہ ارشاد بالکل صحیح ہے کہ : اوتیت جوامع الکلم۔ مجھے تو ایسا ملکۂ راسخہ عطا ہوا ہے کہ بڑے لمبے مضمون کو چند جامع لفظوں میں بیان کر دیتا ہوں۔ انہی دو کلموں کو دیکھئے کہ الدین النصیحۃ۔ دین تو نام ہے خیر خواہی کا جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے اگر خیر خواہی کا جذبہ موجود نہ ہو تو رسمی اسلام کوئی دینداری کا ثبوت نہیں۔ اگر کوئی دین میں داخل ہوتا ہے تو اس کا پہلا جذبہ یہی ہونا چاہئے کہ وہ اس ذریعے سے خیر خواہی کا فرض بہ آسانی انجام دے گا اور اگر کوئی شخص دین میں پہلے ہی سے داخل ہے تو اس کا دین اسی وقت دین سمجھا جائے گا جب اس کے اندر جذبۂ خیر خواہی دوسرے جذبات پر مقدم ہو۔ زیادہ صاف لفظوں میں اگر اس حدیث کے اقتضاء النص کو بیان کیا جائے تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح خیر خواہی دین ہے اسی طرح بدخواہی بے دینی کا دوسرا نام ہے۔

حضورؐ کے ان دو لفظوں میں انسانیت کی اعلیٰ اخلاقی اقدار کی اور روحِ دین کی ساری کائنات سمٹی ہوئی ہے اور فی الحقیقت "جوامع الکلم" کی یہ بہترین مثال ہے۔ سارے دین سے انسان کے اندر جو مزاج (ATTITUDE) پیدا کرنا مقصود ہے اسے بڑی جامعیت کے ساتھ ان دو لفظوں میں بیان فرما دیا گیا ہے۔ دیندار ہونے کا مطلب ہے سارے عالم کی بلکہ ساری کائنات کی بھلائی چاہنا۔ اسلام نے جتنے اوامر و نواہی دئے ہیں ان کا مقصد بھی صرف یہی رجحان پیدا کرنا ہے کہ انسان اپنے سے زیادہ دوسروں کی بھلائی اور خیر کا خواہش مند ہو۔ دینداری کا مقصد نفع اندوزی نہیں بلکہ نفع رسانی ہے تقریباً یہی مضمون دوسرے موقع پر یوں فرمایا ہے کہ :

خیر الناس من ینفع الناس۔ — بہترین انسان وہ ہے جو دوسروں کے لئے نفع بخش ہو۔

(ثقافت کے کسی گزشتہ پرچے میں ہم اس کی تشریح کر چکے ہیں)

حضور کا یہ فرمان اپنی تشریح اپنے اندر خود لئے ہوئے ہے۔ تاہم صحابہ نے مزید وضاحت کے لئے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ اس سے کس کی خیرخواہی مراد ہے؟ تو حضور نے جواب دیا کہ اس خیرخواہی سے مراد ہے اللہ کی خیرخواہی، قرآن کی خیرخواہی، رسول کی خیرخواہی، آئمۂ مسلمین کی خیرخواہی اور عام مسلمانوں کی خیرخواہی۔

اس ترتیب پر غور کیجئے۔ سب سے پہلے اللہ کو رکھا ہے کیونکہ ایک مومن کا آخری نقطۂ نگاہ صرف اللہ ہی ہے۔ یہی وہ نقطۂ نظر ہے جو مومن و کافر کے درمیان خطِ امتیاز کھینچتا ہے ورنہ بعض اوقات دونوں کے کام یکساں دکھائی دیتے ہیں۔ اب یہ سوچئے کہ اللہ کی بہی خواہی یا خیرخواہی کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ انسان اللہ کی کونسی خیرخواہی کر سکتا ہے اور وہ ہماری کس خیرخواہی کا محتاج ہے جو سب سے پہلے اسی کا ذکر کیا گیا ہے؟ غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کی خیرخواہی سے مراد ہے احکام الٰہی کی پابندی کا جذبہ۔ اس سے آگے کتاب اللہ اور رسول اللہ کی خیرخواہی سے بھی وہی جذبہ مراد ہے، یعنی قرآن اور رسول کی اطاعت کا جذبہ۔ خود قرآن میں بھی اذا نصحوا للہ ولرسولہ سے مراد یہی جذبۂ اطاعت مراد ہے۔ کتاب اللہ کی خیرخواہی یہ نہیں کہ اسے نہایت اچھے کاغذ پر لکھوا یا چھپوا کر غلاف میں بحفاظت رکھ دیا جائے۔ یہ کوئی خاص خیرخواہی نہیں۔ قرآن کی خیرخواہی اس کی اطاعت ہی کرنا ہے۔ بالکل اسی طرح اللہ اور اس کے رسول کی خیرخواہی ان کی اطاعتِ احکام ہی ہے۔

ایک بات اور بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ اللہ سے مراد ہر جگہ ذاتِ الٰہی نہیں ہوتی بلکہ اس سے مراد اس کے بندے بھی ہوتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ:

واقرضوا اللہ قرضاً حسناً — اللہ کو قرضِ حسن دو

ظاہر ہے کہ خدا کو کوئی رقم نہیں دی جاتی۔ اس کے بندوں ہی کو دی جاتی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ ایسا قرض قرار دیتا ہے جو خود گویا اللہ کو دیا جائے۔ ایک لمبی حدیث میں بھی ایسا ہی اشارہ ہے کہ کل قیامت میں اللہ اپنے کسی بندے سے کہے گا کہ میں بیمار تھا، تم نے میری عیادت نہیں کی، میں بھوکا پیاسا تھا، تم نے مجھے کھلایا پلایا نہیں ۔۔۔۔ الخ یہاں بندوں کی بیماری کو اپنی بیماری اور بندوں کی بھوک پیاس کو اپنی بھوک پیاس بتایا ہے۔ پس زیر بحث حدیث میں اللہ کی خیرخواہی سے مراد اللہ کے بندوں کی خیرخواہی ہے اور اسی کی تشریح آگے ان الفاظ میں ہے کہ "ائمۂ مسلمین اور عام مسلمانوں کی خیرخواہی"۔

یہاں امام سے مراد نہ دو رکعت کے امام ہیں نہ تسبیح کا امام اور نہ فقہ کے امام۔ یہ سب عامۃ المسلمین میں داخل ہیں۔ ایسے مواقع پر احادیث میں جہاں بھی امام یا امیر کا لفظ آتا ہے اس سے مراد وہ مسلمان لیڈر اور وہ اولی الامر ہوتے ہیں جو قوم کے نظامِ زندگی کو سیاسی اور اخلاقی بنیادوں پر چلاتے ہیں۔ ہمارے ہاں عام طور پر یہ رواج ہو گیا ہے کہ ہر صدر انجمن کو بھی امیر کہا کرتے ہیں۔ یہ لفظ کا صحیح استعمال نہیں۔ امیر کی شرعی اصطلاح صرف اسی لیڈر کے لئے ہے جو سیاسی طاقت کا حامل ہو۔ اگر کوئی صدر انجمن اسلامی بنیادوں پر چل رہا ہو تو سیاسی طاقت حاصل کرنے میں اس کی مدد کرنی چاہیئے لیکن طاقت تنفیذی

حاصل ہونے سے پہلے اسے امیر کہنا شرعی اصطلاح کے مطابق نہیں۔ اگر کوئی شخص صحیح اسلامی بنیادوں پر گورنر بننے کی تیاری میں مصروف ہے تو اس کی امداد کرنی چاہئے لیکن مقصد میں کامیابی ہونے سے پہلے گورنر صاحب کے لقب سے پکارنا لفظ بڑا غلط استعمال ہے۔

امام فن اور ہوتا ہے، امام نماز اور، امام تسبیح اور ہوتا ہے، امام اصطلاحی اور۔ ایک کے احکام کو دوسرے پر منطبق کرنا ایک ایسی حرکت ہے جس پر استغلال یا استحصال (EXPLOIT) کا لفظ بہت چسپاں ہوتا ہے۔

بہرحال یہاں ائمۂ مسلمین سے مراد وہی اولی الامر ہیں جو تنفیذی طاقت کے حامل اور قوم کی نگرانی کے ذمے دار ہوتے ہیں۔ ان ہی کو ائمۃ المسلمین اور دوسروں کو عامتھم فرمایا گیا۔ ان آئمہ کی خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کی روش غلط ہو تو ان کا احترام کرتے ہوئے انہیں علیحدگی میں سمجھایا جائے (جیسا کہ دوسری احادیث میں آیا ہے) مؤثر و شریفانہ اندازِ تنقید اختیار کیا جائے اور اگر ان کا کوئی کام درست ہو یا خیر کا پہلو شر کے پہلو پر غالب ہو تو کھلے دل سے اخلاص کے ساتھ ان سے تعاون کیا جائے۔ ان کی بہی خواہی نہ محض تنقید میں ہے اور نہ مطلق تعاون میں۔

عوام کی خیر خواہی تو اتنی وسیع چیز ہے کہ ہر وہ کام جس سے کسی کا بھلا ہو اس دائرے میں آجاتا ہے۔ اس کی پوری تشریح ہم پچھلے "ثقافت" کے کسی پرچے میں "خیر الناس من ینفع الناس" کی وضاحت کے سلسلے میں کر چکے ہیں۔

(محمد جعفر)

مقامِ سنّت

مصنفہ مولانا سید محمد جعفر شاہ صاحب ندوی

قیمت دو روپے

ازدواجی زندگی کے لئے اہم قانونی تجاویز

مصنفہ مولانا سید محمد جعفر شاہ صاحب ندوی

قیمت ۱۵ ر

الدین یسر

مصنفہ مولانا سید محمد جعفر شاہ صاحب ندوی

قیمت پانچ روپے

ملفوظاتِ رومی

از عبد الرشید تبسم ایم۔اے

قیمت چھ روپے

ملنے کا پتہ

سکریٹری ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ ۲ کلب روڈ۔ لاہور

ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم پرنٹر پبلشر نے حمایت اسلام پریس براندرتھ روڈ لاہور میں چھپوا کر ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ سے شائع کیا